غلبۂ اسلام کے دن مجھے افق پر نظر آ رہے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰؍ جولائی ۱۹۷۰ء بمقام اسلام آباد)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

آپ دوستوں کی یہ خواہش ہوگی کہ میں اپنے دورہ کے متعلق کچھ باتیں کہوں اور آپ میرے منہ سے وہ باتیں سنیں۔ بہت کچھ تو آپ رپورٹوں میں پڑھ چکے ہیں واقعات اور حالات کا یہ قریباً بیسواں حصہ ہوگا، کچھ تھوڑا بہت میں نے اپنے گذشتہ تین خطبات میں بیان کیا ہے۔ یہ خطبات انشاء اللہ چھپ جائیں گے اور آپ انہیں بھی پڑھیں گے۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ جو دیکھنے سے اور محسوس کرنے سے تعلق رکھتی تھیں ان کا بیان ممکن نہیں لیکن حِس اور جذبہ کی جن تاروں کو ان واقعات نے جنبش دی وہ حرکت احساس میں اور جذبات میں سالوں سال قائم رہے گی۔ اس وقت میں مختصراً چند عمومی باتوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے ان اقوام کو کیسا پایا؟ جہاں تک میں نے غور کیا اور جہاں تک میرے مشاہدہ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اقوام بڑی شریف النفس سعید الفطرت اور سادہ مزاج ہیں ان کے معاشرہ کے بعض پہلو ہم پاکستانیوں کے لئے بھی قابلِ رشک ہیں مثلاً وہاں افسر اور ماتحت میں اتنی دُوری نہیں جتنی کہ ہمیں یہاں نظر آتی ہے بعض دفعہ جب ہم بڑے بڑے افسروں سے ملنے جاتے ہیں تو نسبتاً جونیئر افسر ہمارے وفد میں شامل ہوتے وہ بے دھڑک وہاں پہنچتے اور ذرا ذرا سی بات کا اس طرح خیال رکھتے جس طرح اس دفتر میں انہی کی حکومت ہو اور ہیڈ آف دی سٹیٹ سے بھی بڑے دھڑلے سے ملتے۔ وزراء کا یہ حال ہے کہ مجھے ایک پرنسپل نے بتایا کہ جب

سکول میں داخلے کے دن ہوتے ہیں تو بعض دفعہ ایک ایک دن میں چھ چھ وزیر میرے پاس بعض بچوں کی سفارش لے کر آتے ہیں۔ نائیجیریا میں مَیں نے سکوتو کے گورنر (سکوتو، نارتھ ویسٹ سٹیٹ ہے یعنی شمال مغربی صوبہ اسے انہوں نے سٹیٹ کہا ہے نئے Constitution (آئین) کے مطابق انہوں نے اپنے ملک کو بارہ صوبوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہ سکوتو مسلمانوں کا علاقہ ہے) کے پاس جس دوست کو بھیجا تھا وہ کیبنٹ سیکرٹریٹ میں ڈپٹی سیکرٹری تھے۔ چنانچہ وہ بڑے دھڑلے سے گئے اور گورنر سے گفتگو کی اور میری تجویز کو ان کے سامنے ایسے انداز میں پیش کیا کہ وہ گورنر صاحب بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے ہماری پیش کش کو جو دراصل انہی کے فائدے کے لئے تھی قبول کر لیا اور اب جو رپورٹ مجھے موصول ہو چکی ہیں ان کے مطابق انہوں نے ہمارے سکولوں کے لئے ۴۰۔۱۴۰ ایکڑ زمین بھی دے دی ہے۔ **فالحمدللّٰہ علی ذالک۔**

غرض یہ بُعد جو افسر اور ماتحت کا ہمیں یہاں نظر آتا ہے وہ مغربی افریقہ کی ان اقوام میں مجھے نظر نہیں آیا۔ ہم جب Reception (ری سپشن) میں جاتے تھے تو وزراء اور کمشنرز یا ڈی سی (وہ مختلف نام استعمال کرتے ہیں) آپس میں اس طرح گھلے ملے ہوتے تھے کہ آپ پتہ نہیں کر سکتے تھے کہ کون منسٹر ہے اور کون چھوٹا افسر ہے۔ وزراء کے علاوہ ہر دفعہ وہاں کے Ambassador (سفیر) بھی ہوتے تھے۔ بڑے بڑے امیر بھی ہوتے تھے، بڑے اثر و رسوخ والے سیاسی لیڈر بھی ہوتے تھے اور سب وہاں اس طرح گھوم رہے ہوتے تھے کہ کسی آدمی کو جو باہر سے گیا ہو ذاتی طور پر ان سے واقف نہ ہو یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ وزیر صاحب ہیں اور یہ حکومت کا ایک معمولی افسر ہے یا یہ ملک کا ایک معمولی دکاندار ہے۔

دوسری چیز جو مجھے وہاں نمایاں طور پر نظر آئی وہ یہ ہے کہ جو بُعد امیر اور غریب میں ہمیں یہاں نظر آتا ہے وہاں نظر نہیں آتا۔ ایک تو بظاہر لباس کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ جہاں تک صفائی کا تعلق ہے ایک چپڑاسی بھی اتنے ہی صاف کپڑوں میں آپ کو نظر آئے گا جتنے صاف کپڑوں میں ایک وزیر نظر آئے گا اور ویسے بھی کپڑوں میں بہت سادگی ہے ہمارے ملک میں تو ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو چار پانچ سو روپے گز سے کم والے سوٹ کو پہننے کیلئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوتے اور اسی وجہ سے ہمارے معاشرہ میں بہت سا گند آ کر شامل ہو گیا ہے البتہ

مغربی افریقہ کے لوگوں کو جُبّے پہننے کا بہت شوق ہے اور رنگدار کپڑوں کے استعمال کا مردوں کو بہت شوق ہے میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ہمارے ملک میں عورتیں اتنے رنگ برنگے کپڑے نہیں پہنتیں جتنے کہ وہاں مرد پہنتے ہیں اور پھر نئے سے نئے ڈیزائن رنگ کے لحاظ سے پھولوں کے لحاظ سے ان کے جُبّوں پر نظر آتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا اور میں نے اس بارہ میں غور کیا۔ ہم موٹر پر جا رہے تھے۔ مجھے میل دو میل کے اندر سینکڑوں جُبّے نظر آئے مگر ان میں سے کوئی دو جُبّے ایک رنگ کے نہیں تھے۔ پتہ نہیں وہ کس طرح اتنے مختلف ڈیزائن بنا لیتے ہیں۔ وہ بہر حال بناتے ہیں کیونکہ یہ وہاں کی مانگ ہے۔ ویسے جب وہ جُبّہ بدلتے ہیں تو ان کی شکلیں بھی بدل جاتی ہیں۔ ہم پہچان نہیں سکتے تھے کہ کیا یہ وہی شخص ہے جو کچھ دیر پہلے تھا جس نے کپڑے بدل لئے اور اب کچھ اور لگتا ہے میں اس سلسلہ میں آپ کو ایک لطیفہ بھی سنا دیتا ہوں۔

ہم نے جس روز اجے بواُوڈے جانا تھا اس سے پہلی رات ہمارے ایمبیسیڈر کے ہاں ہمارا کھانا تھا۔ ان کی بیوی نے پتہ نہیں کیوں منصورہ بیگم سے کہا کہ یہ علاقہ بڑا خطرناک ہے آپ کو دیر ہو جائے گی۔ آپ کوشش یہ کریں کہ سورج غروب ہونے سے قبل واپس لیگوس پہنچ جائیں۔ غرض اس نے وہاں کے حالات کا اچھا خاصا بھیانک نقشہ کھینچا جو میرے نزدیک غلط تھا۔ بہر حال جب انہوں نے یہ کہا اور مجھے اس کا پتہ لگا تو میں نے اپنی جماعت سے کہا کہ ہمارے احمدی پولیس افسر بھی ہوں گے اور فوجی افسر بھی ہونگے، کسی کو کہیں کہ وہ ہمارے ساتھ چلے۔ چنانچہ انہوں نے ایک میجر کی ڈیوٹی لگائی۔ اس نے کہا کہ میں اپنے دفتر کا کام ختم کر کے دو پہر کے بعد اپنی آرمڈ یونٹ لے کر پہنچ جاؤں گا اور واپسی پر آپ کے ساتھ آؤں گا۔ کوئی ۷۰۔۸۰ میل کے فاصلے پر وہ جگہ تھی۔ چنانچہ وہ وہاں پہنچے اور جب مجھ سے ملے تو وہ یونیفارم میں تھے جب ہم واپس لیگوس اپنے ہوٹل میں پہنچے تو وہ مجھے نظر نہ آئے۔ میں نے سمجھا شاید انہوں نے جلد اپنی ڈیوٹی پر پہنچنا ہو اور وہ راستے سے ہی اپنی بیرک میں چلے گئے ہوں۔ میں نے دوستوں سے پوچھا کہ ہمارے میجر صاحب ہمارے ساتھ تھے کیا وہ راستے ہی سے چلے گئے ہیں کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگے کہ یہ پانچ قدم پر آپ کے سامنے کھڑے ہیں ہوا یہ تھا کہ موٹر ہی میں انہوں نے اپنی یونیفارم اُتار کر اپنا جُبّہ پہن لیا تھا اور اس سے ان کی شکل بھی

بدل گئی تھی ممکن ہے کہ اس طرح ایک غیر ملکی کیلئے انہیں پہچاننا آسان نہ ہو لیکن میرا تو خیال ہے کہ بحیثیت مجموعی ان کی شکلیں بھی بدل جاتی ہیں کیونکہ انسان کی شکل صرف اسکے چہرے کے فیچرز یعنی نقوش ہی نہیں ہوتے بلکہ اس کا لباس ہے اور اسکی طرز ہے ان ساری چیزوں کے ملنے سے دماغ میں کسی شخص کی شکل کا ایک تصور قائم ہوتا ہے۔

بہر حال امیر اور غریب میں جو بُعد یہاں پایا جاتا ہے، اور جو تفریق یہاں پائی جاتی ہے وہ ان ملکوں میں نہیں پائی جاتی۔ میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ ہماری جس احمدی بہن نے اکیلے پندرہ ہزار پاؤنڈ سے زیادہ خرچ کر کے اجے بواوڈے میں مسجد تعمیر کروائی ہے جس کا میں نے افتتاح کیا تھا وہ ہماری بہت بڑی جامع مسجد ہے۔ میں نے وہاں یہ دیکھا کہ ان کیلئے اور عام مزدور یا جوان کی وہاں نوکرانیاں تھیں؛ ان کے لئے جو کھانا پک رہا تھا وہ مختلف نہیں تھا بلکہ ایک ہی کھانا تھا جس میں وہ بھی شامل ہوئی ہوں گی۔ انہوں نے میرے سامنے تو نہیں کھایا البتہ میرا اندازہ تھا کہ کوئی الگ کھانا نہیں پک رہا چنانچہ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو میرا خیال درست تھا معلوم ہوا کہ ایک ساتھ اکٹھے کھانے پر بیٹھ جاتے ہیں اور ان کا آپس میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو بعض دفعہ Discontentment (بے اطمینانی) اور بددلی ہمیں یہاں نظر آتی ہے وہاں یہ نظر نہیں آتی۔

بڑا عجیب نظارہ ہے میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ ایک دن بہت مصروف پروگرام تھا۔ ہم نے ایک جگہ سے دوسری جگہ موٹروں پر جانا تھا میں نے دوستوں سے کہا کہ ایک تو پیار ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے دوسرے مسکراہٹ کا جواب ہمیشہ مسکراہٹ سے ملتا ہے اور میں آج یہ کرتا رہا ہوں۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ میں نے لیگوس کے باشندوں سے کم ازکم پچاس ہزار مسکراہٹیں وصول کیں اور کسی جگہ میں نے مایوسی افسردگی اور بے زاری یا Discontentment (بے اطمینانی) نہیں پائی۔ وہ سب بڑے خوش اور ہشاش بشاش دکھائی دیتے تھے حالانکہ وہ ابھی سول وار جیت کر ہٹے تھے اس کے سکارز (Scars) کہیں تو نظر آنے چاہئے تھے مگر کہیں بھی نظر نہیں آئے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جب امیر اور غریب ایسے ہوں کہ ان کے رہن سہن میں زیادہ فرق نہ ہو ایک دوسرے سے نفرت کا اظہار نہ ہو تکبّر اور غرور نہ ہو تو وہ قوم

خوشی اور بشاشت کی زندگی گزار رہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس چیز پر بھی استقامت بخشے اور باہر کے غیر ملکی گندے اثرات ان کے معاشرہ کو گندا کرنے میں کامیاب نہ ہوں جیسا کہ نائیجیریا کو تباہ کرنے کے لئے کوششیں کی گئی تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں مُفسد دنیا کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔

جب میں یعقوبوگوون سے ملا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر کچھ ایسا تصرف کیا تھا کہ وہ میرے ساتھ نصف گھنٹے تک اس طرح بیٹھا رہا کہ جس طرح اس کے گھر کا ایک فرد ہو وہ بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتا رہا امریکن اور یورپین اقوام جو وہاں فساد پیدا کرنا چاہتی تھیں وہ ان پر جو تنقید کر رہا تھا وہ تو کر ہی رہا تھا مجھے اس نے یہ بھی کہا کہ غیر ملکی عیسائی مشنز (خود وہ عیسائی ہے) نے پورا زور لگایا کہ ہمارے ملک کو تباہ کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا، ہمارا ملک تباہ ہونے سے بچ گیا میں نے اس سے کہا کہ تمہاری قدر میرے دل میں اس لئے بھی ہے (ویسے میں نے اسکے متعلق اور بھی بہت سی معلومات حاصل کی تھیں وہ بڑے ہی اچھے دل کا مالک ہے) کہ میں پورے غور سے عوام کو سڑکوں اور دکانوں کے سامنے دیکھتا رہا ہوں مگر میں نے کسی جگہ بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ تمہاری خانہ جنگی کا قوم پر کوئی اثر ہو۔ ویسے تو وہ ہر ایک کا خیال رکھتا ہے اس کی حالت یہ تھی کہ میں نے اسے یہ کہا کہ دیکھو! تم نے سول وار جیتی ہے اور یورپین اقوام کی مخالفت اور مداخلت کے باوجود جیتی ہے یہ تمہارا بڑا کارنامہ ہے تمہارے کندھوں پر بڑا بوجھ آ پڑا تھا لیکن اس سے بھی زیادہ اہم اور ضروری اور مشکل کام اب تمہیں کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم نے بیافرا کو ویسے تو جنگ کے ذریعہ جیت لیا ہے لیکن ان کے دلوں کو جیتنا ابھی باقی ہے اس لئے کوئی Heat generate (ہیٹ جنریٹ) نہیں ہونی چاہئے اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کے ساتھ پیار کا معاملہ کرو۔ چنانچہ اس نے میری اس نصیحت کو بڑی بشاشت سے سنا اور مجھے کہنے لگا کہ مجھے اس وقت کا خود بھی خیال ہے میں ان سے یہی سلوک کروں گا۔ وہ میرا بڑا ممنون تھا۔

چونکہ ان کا معاشرہ بہت سے گندوں سے محفوظ ہے اس لئے آپ کو ہنستے کھیلتے چہرے نظر آئیں گے، بڑے ہشاش بشاش، کوئی شکایت نہیں، کوئی Discontentment (بے اطمینانی)

نہیں، کوئی بددلی نہیں، کوئی اداسی نہیں، کوئی یہ خیال نہیں کہ انہیں حقیر سمجھا جاتا ہے آپس میں ایک دوسرے کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور یہی پیغام میں لیکر گیا تھا۔ اس واسطے ان کو اس نے اپیل کیا۔

میں نے ایک دن انہیں یہ بھی کہا کہ میں آج تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ تمہاری عزت اور احترام کا دن طلوع ہو چکا ہے اب دنیا تمہیں نفرت اور حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گی۔ میرے ذہن میں تو یہ تھا کہ ان کی عزت اور احترام کو قائم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا۔ اس لحاظ سے ہم اُن کے محافظ ہیں اُن کی عزت واحترام کے، اور ہم محافظ ہیں ان کی جانوں اور مالوں کے، اور ہم محافظ ہیں شیطانی یلغاروں سے انہیں بچانے کے یعنی شیطان سے بچانے کا جو کام ہے وہ ہمارے سُپرد ہے اور جو ان کی ضرورتیں ہیں وہ حتی الوسع ہم نے پوری کرنی ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے میں سمجھتا ہوں اس وقت کے حالات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے علم سے یہ اعلان کیا تھا کہ افریقہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے محفوظ رکھا ہوا ہے اور یہ اب نظر آ رہا ہے کہ اگر ہم اپنی ذمہ داریوں کو نباہیں تو وہ لوگ بہت جلد اسلام کو، احمدیت کو قبول کرلیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے گا Sweet revenge (سویٹ ریوینج) کی۔ میں آپ کو کہتا تھا ہم نے ایک حسین انتقام ظالموں سے لینا ہے۔ وہاں ہمارے عبدالوہاب ہیں جامعہ سے پڑھ کر گئے ہیں بڑے مخلص اور بڑے مستعد اور ہمت والے مبلّغ ہیں۔ وہ نہایت اچھا کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بیوی بھی بڑی اچھی دی ہے، اس کے دل میں بھی اسلام کا درد اور احمدیت کا پیار ہے۔ وہ سارا دن بچے اور بچیوں کو قرآن کریم پڑھانے میں مشغول رہتی ہیں۔ ان کے علاقے میں جا کر اور یہ حالات دیکھ کر مجھے بہت ہی خوشی ہوئی۔ میں نے عبدالوہاب سے کہا کہ تیار ہو جاؤ، ہمارے حسین انتقام کے دن قریب آ رہے ہیں اور میں نے وہاں اعلان کر دیا کہ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں زندہ رہا تو میں یا میرے بعد جو بھی ہوگا وہ تمہیں گلاسکو مشن کا انچارج بنا کر بھیجے گا۔ وہ قومیں جو صدیوں تک تم پر ظلم کرتی رہی ہیں انہیں یہ پتہ لگنا چاہئے کہ تم لوگ اس قابل ہو کہ دین کے میدان میں پیار کے میدان میں اور محبت کے میدان

میں اور ہمدردی اور غم خواری کے میدان میں، خدمت کے جذبہ کے میدان میں اور مساوات کا پیغام دینے کے میدان میں تم ان کے استاد بنو گے انشاء اللہ۔ ان سے میں نے کہہ دیا کہ تم چار سال کے بعد ربوہ آؤ گے اور یہاں اپنی انگریزی (ویسے تو اچھی خاصی جانتے ہیں) اور زیادہ improve (بہتر) کرو گے اور پھر یہاں سے تمہیں گلاسکو بھیج دیں گے ان کے ملک کو بھی میں نے کہہ دیا ہے کہ ہمارا تو یہ پروگرام ہے۔

ہمارے ایک بڑے مخلص افریقن کماسی میں جو غانا کا ایک مشہور شہر ہے۔ ہمارے ایک سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں وہاں کے ملک کی یہ پالیسی ہے اور یہ درست ہے کہ جو استاد یا پرنسپل انہیں افریقی ملے گا اس کی جگہ وہ غیر ملکی کو نہیں رکھیں گے چنانچہ شروع میں ہمیں یہ خیال تھا کہ کہیں اس کا ہمارے سکولوں پر بُرا اثر نہ پڑے لیکن چونکہ وہاں کا معاشرہ کچھ اور رنگ رکھتا ہے عملاً یہ ثابت ہوا کہ کوئی بُرا اثر نہیں پڑا لیکن خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ہمارے کماسی کے اس نہایت اعلیٰ اور مقبول اور بہت ہی کامیاب سکول (جو ہمارے انٹر میڈیٹ کالج کے برابر ہے) کا جو افریقی پرنسپل مقرر کیا گیا وہ ایک احمدی تھا اس سے بھی میں نے کہا کہ تم بھی تیار ہو جاؤ ممکن ہے کسی دن میں تمہیں پاکستان میں بلا کر یہاں کے کسی سکول کا ہیڈ ماسٹر بنا دوں کیونکہ جہاں تک احمدیت کا تعلق ہے کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم کی اجارہ داری نہیں ہے۔ ’’اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ‘‘ (الحجرات:۱۴) میں ’’كُمْ‘‘ کے مخاطب پاکستانی نہیں یا صرف پہلے عرب نہیں تھے۔ بلکہ ہر انسان اس کا مخاطب ہے جو بھی تقویٰ میں آگے نکل جائے گا خواہ وہ فرد ہو یا قوم اللہ تعالیٰ کو وہ دوسرے فرد یا قوم سے زیادہ پیارا ہو گا اور جو آگے نکل گئے ہیں اپنے خلوص اور قربانیوں میں، بہرحال ہمارا یہ کام ہے جماعت احمدیہ کے خلفاء کا یہ کام ہے کہ ان کو دوسروں کی نسبت زیادہ عزت اور احترام دیں، پس وہ بھی یہاں آئیں گے جس طرح ہم یہاں سے مبلّغ اور پرنسپل وہاں بھجوا رہے ہیں وہاں کے لوگ یہاں آئیں گے اور پھر دوسرے ملکوں میں جائیں گے۔ ساری دنیا کو پتہ لگے گا کہ وہ حسین معاشرہ پھر دنیا میں قائم ہونا شروع ہو گیا ہے۔ جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں اور پھر جب اسلام غالب آیا تو ساری دنیا میں قائم کیا تھا۔ ہماری اسلامی تاریخ میں میرے خیال میں درجنوں ایسے

بادشاہوں کے خاندان ہوں گے جو حبشی غلاموں سے تعلق رکھتے تھے۔ مثال تو اس وقت میں (وقت کی رعایت سے) جو بہت ہی حسین اور نمایاں ہے وہ دیتا رہا ہوں۔ تین چار موقعوں پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مثال میں نے بیان کی ویسے حضرت بلالؓ کے ساتھ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی پیار کے سلوک کئے ہیں۔ وہ بھی بڑی حسین مثالیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے پھر کبھی توفیق دی اور وہاں جانے کا موقعہ ملا تو اور بہت ساری مثالیں دے دیں گے اس دنیا میں اور اس وقت بھی میرے خیال میں پاکستان کے بہت سے سمجھتے ہوں گے کہ انسان، انسان میں فرق ہے۔ اسلام تو انسان انسان میں فرق مٹانے کے لئے آیا تھا۔ قائم کرنے یا قائم رہنے دینے کیلئے نہیں آیا تھا ایک حبشی اپنے تصور میں لے آؤ جس قسم کا وہ ہوتا ہے (ویسے عملاً وہ ویسا ہی ہوتا ہے) یہاں انگریز نے ہمارے بچپن میں جو تصور دیا تھا وہ یہ تھا کہ حبشیوں کے ہونٹ لٹکے ہوئے اور نچلا ہونٹ ٹھوڑی کے کنارے تک پہنچا ہوا اور آنکھیں سرخ ہوتی ہیں جس طرح کی شکل وہ شیطان کی بناتے تھے اسی طرح کی شکل حبشی کی بھی بنا دیتے تھے مگر وہاں ایسا نہیں۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ بعض اس سے ملتی جلتی شکلیں تو ہیں لیکن اتنی بھیانک نہیں ہیں ان کے بڑے تیکھے نقوش (اور اسوقت جو دوست میرے سامنے بیٹھے ہیں عام طور پر ان سے ملتے جلتے چہرے) ہم نے وہاں دیکھے ہیں خصوصاً احمدیوں میں اور پھر دوسرے مسلمانوں میں اس قسم کے بھدّے اور ڈراؤنے نقوش نہیں ہیں البتہ عیسائیوں میں مجھے کہیں کہیں نظر آئے ہیں۔ پتہ نہیں اس میں کیا حکمت ہے؟

بہرحال ایک حبشی جو مکہ کے پیراماؤنٹ چیفس کا غلام تھا۔ اور وہ اسکے ساتھ نفرت اور حقارت کے ساتھ پیش آتے تھے ان کے دلوں میں اس کی کوئی عزت نہیں تھی کسی قسم کی عزت کا اظہار ان سے نہیں ہوا کرتا تھا۔ پھر خدا کا کرنا کیا ہوا کہ یہی حبشی غلام جوان کی نگاہوں میں بڑا ذلیل تھا اللہ تعالیٰ نے اسے نور دکھایا اور وہ اسلام لے آیا۔ پہلے صرف نفرت اور حقارت تھی اب نفرت اور حقارت کے ساتھ ظلم بھی ہو گیا اُنہوں نے اس کو اس طرح اذیت پہنچائی کہ آج بھی ہم سوچتے ہیں تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک مسلمان کو خیال آیا اس نے اسے خرید کر آزاد کر دیا اور وہ مسلمان معاشرہ کا ایک فرد بن گیا۔ مسلمان معاشرہ کا فرد تو ویسے

اسلام لانے کے بعد ہی بن گیا تھا مگر غلامی کی زنجیروں کی وجہ سے عملاً مسلمان معاشرہ کا فرد نہیں بن سکا تھا۔ پھر وہ بڑے سے بڑے مسلمان گو اس وقت چند ایک ہی سہی کیونکہ اس وقت رؤسائے مکہ میں سے چند ایک مسلمان ہو چکے تھے، ان کے برابر ہو گیا اور وہ عملاً ان کی زندگیوں کے برابر تھا کوئی فرق نہیں تھا۔ پھر خدا تعالیٰ نے فتح مکہ کے موقع پر انسانیت کو وہ عظیم نظّارہ دکھایا کہ دنیا کی تاریخ جس کی مثال نہیں لاسکتی۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جھنڈا تیار کروایا (میں نے تصور کی نگاہ سے وہاں کا نقشہ اپنے ذہن میں لانے کی کوشش کی ہے) لوگ حیران ہوتے ہوں گے کہ ایک نیا جھنڈا کیوں تیار کروایا جا رہا ہے۔ بہرحال ایک جھنڈا تیار کروایا اور فرمایا یہ بلال کا جھنڈا ہے۔ آپ نے اس جھنڈے کو بلال کا نام دیا اور ایک جگہ اسے نصب کروا دیا اور پھر انہی رؤسائے مکہ کو فرمایا کہ جس شخص کو تم نفرت اور حقارت سے دیکھا کرتے تھے اور جس پر تم ظلم ڈھایا کرتے تھے آج اگر پناہ چاہتے ہو تو اس کے جھنڈے کے نیچے آ جاؤ یہ ایک مثال ہے جو درجنوں مثالوں میں سے نظر آتی ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں تبھی کسی حقیقت اور صداقت کا حامل بن سکتا ہے اگر ہم اس کے مطابق عمل کریں تاہم اس حصہ کو میں بعد میں لوں گا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوہ حسنہ میرے سامنے تھا چنانچہ ان کے سامنے جب میں یہ بات بیان کرتا تھا مختلف موقعوں پر مختلف لوگوں کے سامنے کیونکہ ملک بھی دوسرا ہوتا تھا اور جگہ بدلنے سے ۹۹ فیصد جو اس جلسے میں ہوتے تھے وہ بھی مختلف ہوتے تھے بلا مبالغہ Scientific Explanation (سائنٹیفک ایکس پلے نیشن) تو میرے ذہن میں نہیں آیا لیکن میں نے محسوس کیا کہ ان کی خوشی صوتی لہروں میں بھی ایک ارتعاش پیدا کرتی تھی بغیر آواز کے اور میرے کانوں نے ان کی خوشی کی لہروں کو محسوس کیا اور اس کا اثر صرف مسلمانوں پر ہی نہیں ہوتا تھا ان کو تو تھوڑا بہت پہلے سے علم ہے عیسائی بھی متاثر ہوتے تھے اور وہ مشرک اور بدھ مذہب جن میں ابھی تک بڑی ظالمانہ رسوم رائج ہیں وہ بھی سنتے تھے کہ اسلام کا پیش کردہ صداقت اور محبت اور پیار اور ہمدردی اور غم خواری اور خدمت اور سلام مساوات کا یہ اعلان ہے اور یہ سلوک ہے تو اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے غرض کیا عیسائی اور کیا مشرک اور بدھ مذہب

جب ہماری ان باتوں کو سنتے تھے تو وہ اتنا اثر قبول کرتے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

ٹیچی مان میں عبدالوہاب بن آدم ہمارے مبلّغ ہیں جو انشاء اللہ گلاسکو میں جا کر وہاں کے انچارج مشن بنیں گے وہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔ وہاں ہم گئے تھے انہوں نے وہاں بہت بڑی مسجد بنوائی ہے جو آپ کا نقشہ ہے اس مسجد کا اس سے چار گنا بڑی ہے۔ میں نے اس کا افتتاح کرنا تھا دوستوں سے ملنا تھا وہاں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جماعت کا اتنا رعب ہے کہ بڑے بڑے پادریوں کو بھی مجبوراً ہمارے جلسوں میں شامل ہونا پڑتا ہے کچھ تو انہوں نے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ یہ کام کیا کر رہے ہیں؟ اور کس طرف ان کا رُخ ہو رہا ہے؟ غرض اس جلسہ میں جو پادری آئے ہوئے تھے ان میں اس سارے علاقے کے کیتھولک مشنز کا انچارج بشپ بھی موجود تھا۔ لیکن بیٹھا شروع میں اس طرح تھا کہ جیسے اسے کوئی دلچسپی نہیں ہے مجبوری تھی شامل ہو گیا ایک موقعہ پر تقریر کے دوران میں مَیں نے کہا One who was paramount prophet. (پیراماؤنٹ چیف ان کا محاورہ ہے میں نے ان سے عاریۃً لے لیا) یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تمہارے کان میں یہ کہہ رہے ہیں کہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (حٰم السجدہ:۷) میں تمہارے جیسا انسان ہوں، تم میرے جیسے انسان ہو۔ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں تو پھر

"Those who were junior to him like moses and christ."

وہ بھی انسان ہی تھے۔ اس لحاظ سے وہ تم پر کیسے برتری کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ وہ پادری صاحب اُچھل کر بیٹھ گئے کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ لوگ اس سے متاثر ہوں گے۔ پس میں نے ان کو بڑا شریف النفس، سعید الفطرت اور سادہ مزاج پایا اور میں نے ان کو جو دیا وہ اسلام کا یہ پیغام تھا کہ اِنسان انسان میں کوئی فرق نہیں ہے ہر ایک سے محبت کرنی چاہیئے۔ اُردو میں جس معنی میں محبت کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس معنے میں مَیں اس کو استعمال کر رہا ہوں کیوں کہ میں اردو میں بات کر رہا ہوں (عربی میں ایک اور معنے میں استعمال ہوتا ہے وہ یہاں استعمال نہیں ہوسکتا) جس کو ہم پیار اور محبت کہتے ہیں۔ اسلام کا وہ پیغام ہے ہمدردی اور خیر خواہی اور مساوات کا کہ کوئی فرق نہیں کرنا۔ اپنے آپ کو کسی دوسرے انسان سے بڑا نہیں سمجھنا۔ یہ پیار

مَیں ان کے پاس لے کر گیا تھا، یہ محبت میں ان کے پاس لے کر گیا تھا۔ ہمدردی اور غم خواری اور خدمت کا یہ جذبہ اور مساوات کا یہ اعلان میں ان کے پاس لے کر گیا تھا اور اس کے وہ حق دار تھے۔

ابھی چند دن ہوئے مجھے عبدالواہاب ہی کا خط آیا ہے اس نے لکھا ہے کہ آپ نے احمدی غیر احمدی، بڑے چھوٹے، عیسائی اور مشرک ہر ایک سے جس قسم کی شفقت کا سلوک کیا ہے اس کی یاد ہماری قوم کے دل سے نہیں مٹے گی۔ میں نے ان کو جو جواب دیا وہ یہ ہے کہ جو میں نے دیا وہ ان کا حق تھا ان کا جو حق تھا وہ میں نے انہیں دے دیا اس واسطے میں نے کیا احسان کیا میں سوچا کرتا تھا کہ میں بچوں کو جو پیار کرتا تھا یہ ان کا حق تھا میں ان کو دے رہا ہوتا تھا اب پیار پر نہ دھیلہ خرچ ہو نہ وقت خرچ ہو لیکن اتنا اثر ہوتا تھا کہ اگر آپ لاکھ روپیہ خرچ کر دیں تو اس کا شاید اتنا اثر نہیں ہوگا وہ پیار کے بھوکے ہیں کیونکہ وہ صدیوں پیار کی آواز میں گم ہو کر غیر ملکوں کی توپوں کا نشانہ بن گئے تھے۔ میں نے بہت سے عیسائیوں کو کہا کہ میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں (ضمناً میں یہ بتا دوں کہ جو سچ ہے اسے بہرحال تسلیم کرنا چاہئے جو امرِ واقعہ ہے اس کو چھپانے کی ضرورت نہیں۔ غرض میں نے اُن سے کہا) کہ جب تمہارے ملکوں میں عیسائی پادری داخل ہوئے تو انہوں نے یہی نعرہ لگایا تھا کہ ہم عیسائیت کی محبت کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ لیکن ان کے پیچھے پیچھے ان ممالک کی جہاں سے وہ آئے تھے۔ فوجیں تمہارے ملکوں میں داخل ہوئیں توپ خانے بھی ساتھ آئے، گو ان توپوں کے مونہوں سے پھول نہیں جھڑتے تھے بلکہ گولے نکلتے تھے اور پھر جس طرح ان ملکوں نے تمہیں Expliot (ایکسپلائیٹ) کیا اور پھر جس طرح تمہیں تباہ کیا اس کے متعلق مجھے کہنے کی ضرورت نہیں تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو کیونکہ تم صدیوں سے اس ظلم کا شکار بنے رہے ہو۔ اب میں محبت کا پیغام لے کر آیا ہوں لیکن میں تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ ہم قریباً پچاس سال سے تمہارے ویسٹ افریقہ میں کام کر رہے ہیں اور اس عرصہ میں ہم نے کبھی تمہاری سیاست میں دلچسپی نہیں لی اور کبھی تمہاری دولت پر حریصانہ نگاہ نہیں ڈالی۔ ہم نے یہاں بہت کچھ کمایا جیسا کہ میں بتا چکا ہوں ہمارے کلینک وہاں بہت کماتے ہیں۔ کانو میں ہمارے کلینک کے پاس پندرہ ہزار پاؤنڈ زیادہ جمع ہو گیا تھا۔ ڈیڑھ دو سال ہوئے انہیں

یہاں مرکز سے ہدایت کی گئی کہ اس رقم کو اسی ہسپتال کی عمارت پر خرچ کر دو پہلے وہ کلینک تھا اب ایک نہایت شاندار ہسپتال بن گیا ہے چنانچہ اسی طرح کی بیسیوں مثالیں ہیں ہم نے ایک دھیلہ ان ملکوں سے باہر نہیں نکالا۔ میرے خیال میں اس وقت تک لاکھوں پاؤنڈ باہر سے لے جا کر ان ملکوں میں خرچ کر چکے ہیں وہاں کی حکومتوں کو بھی اس کا علم ہے اور وہاں کے عوام کو بھی اس کا علم ہے۔ پس میں نے کہا کہ ہم پچاس سال سے تمہارے پاس ہیں اور جو بھی یہاں کمایا وہ تم پر خرچ کر دیا باہر سے جو کچھ لائے وہ بھی تم پر خرچ کر دیا۔ ہم نے تمہیں سچا اور حقیقی پیار دیا اور اس کے متعلق تم سب کچھ جانتے ہو اور یہ چیز ان پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی میں ان سب ملکوں میں اپنی طرف سے بعض چیزیں امتحاناً کیا کرتا تھا۔ ان میں سے ایک چیز یہ تھی کہ میں انہیں کہتا تھا تم سوچو اور مسلمان ہو جاؤ مگر کسی ایک نے مجھے یہ نہیں کہا کہ نہیں ہم مسلمان نہیں ہو سکتے یا احمدی مسلمان نہیں ہوتے ہر ایک نے یہی کہا ٹھیک ہے ہم سوچیں گے اور غور کریں گے اور پھر احمدیت اور اسلام کو قبول کر لیں ہم نے ان کے اوپر پیار کا ہاتھ رکھا ہے اور پیار کی لَمس لَمس جو ہے اس کے وہ عادی ہو چکے ہیں۔ دوسروں کو وہ دیکھتے ہیں کہ یہ کتنا پیار کرتے ہیں ہمارے مبلّغوں کی رپورٹ کے مطابق افریقن یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ دنیا میں کوئی ایسی قوم بھی پیدا ہو سکتی ہے جو ان کے بچوں کو پیار کرے اور میں نے وہاں ہزاروں بچوں کو اٹھایا ان سے پیار کیا۔ ویسے پانچ، سات سال کے جو تھے انہیں بغیر اٹھائے جھک کر پیار کیا۔ یہ دیکھ کر ان کی عجیب حالت ہوتی تھی ایک قسم کے مست ہو جاتے تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ خیر وہاں جو ہوا وہ تو ہوا مشرقی افریقہ کے ایک ملک زمبیا کے ایک وزیر انگلستان میں کسی کامن ویلتھ کانفرنس Attend (اٹنڈ) کرنے آئے ہوئے تھے۔ جس روز ہم وہاں سے پاکستان کے لئے روانہ ہو رہے تھے اسی روز انہوں نے بھی روانہ ہونا تھا اور اتفاق کی بات ہے کہ اسی کمرہ میں وہ بھی اپنے جہاز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں ہم نے بھی اپنے جہاز کے انتظار میں بیٹھنا تھا۔ ان کے ساتھ زمبیا کے ہائی کمشنر اور ان کا آٹھ دس سال کا ایک بچہ بھی تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا ہم ملنا چاہتے ہیں۔ میں ان سے مِلا اور پانچ سات منٹ تک ان کے ساتھ باتیں کیں۔ پھر وہ اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے میں اپنے دوستوں کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا ایک احمدی

دوست کو خیال آیا وہ ایک پاؤنڈ کا نوٹ لے کر میرے پاس آ گیا کہ اس پر دستخط کر دیں میں اسے اپنے پاس یادگار کے طور پر رکھوں گا۔ پھر اسے دیکھ کر ایک دوسرا آ گیا اسی طرح آٹھویں، دسویں نوٹ پر دستخط کر کے جب میں نے سر اٹھایا تو وہ آٹھ دس سال کا حبشی بچہ ہاتھ میں نوٹ لے کر دستخط کروانے کے لئے کھڑا تھا۔ اس کو خیال آیا یا وزیر کو خیال آیا بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے پیار کا ان کو ایک نشان دکھانا تھا اور ایسے سامان پیدا کر دیئے مجھے خیال آیا کہ یہ غیر ملکی یہاں میرا مہمان ہی ہے ہماری تو ساری دنیا مہمان ہے نا اس لئے میں اس کے نوٹ کی بجائے اپنے نوٹ پر دستخط کر دیتا ہوں چنانچہ میں نے اپنی جیب سے ایک نوٹ نکالا اور اس پر دستخط کر کے اسے پکڑا دیا یہ تو بالکل معمولی بات تھی پھر کھڑا ہوا اور میں نے اس بچے کو گلے لیا اور اس کو پیار کیا ان کے جہاز نے پہلے جانا تھا اور جب اعلان ہوا کہ اس ہوائی جہاز کے مسافر آ کر ہوائی جہاز میں بیٹھ جائیں تو وہ کھڑے ہوئے اور میرے پاس آ گئے۔ میں بھی کھڑے ہو کر ان سے ملا۔ اس وزیر کا یہ حال تھا کہ میرا شکر یہ ادا کرتے ہوئے اس کے ہونٹ پھڑ پھڑا رہے تھے۔ وہ اتنا جذباتی ہوا تھا۔ اس نے کہا ہم آپ کے زیر احسان اور بہت زیادہ ممنون ہیں پتہ نہیں اور کیا کچھ کہہ رہا تھا اور میری آنکھیں مارے شرم کے جھک رہی تھیں۔ میں دل میں کہتا تھا میں نے تمہیں کیا دیا ہے اسلام کا ایک چھوٹا سا تحفہ ہی ہے نا! جو میں نے تمہیں دیا ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی ایسا شخص بھی دنیا میں ہے جو ہمارے بچوں کو اس طرح پیار کر سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ایک شخص نہیں ایک قوم پیدا کر دی ہے۔ جو ان کے بچوں، بڑوں، بوڑھوں اور جوانوں سے پیار کر رہی ہے اور یہ ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسے نباہنے کی ہمیں توفیق عطا کرے۔ ویسے میں یہ فقرہ کہنے پر خود کو مجبور پاتا ہوں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین روحانی فرزند کی پیاری جماعت (اللہ تعالیٰ کا آپ پر سلام ہو) بے حد قربانی کرنے والی ہے۔ جب میں افریقہ سے واپس انگلستان آیا تو میری طبیعت میں بڑی بے چینی اور گھبراہٹ تھی اور یہ بے چینی اس وجہ سے تھی کہ کوئی حصہ جماعت کا کہیں کمزوری نہ دکھا جائے۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ پانچواں ملک گیمبیا تھا۔ جب میں اس ملک کا دورہ کر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ کا مجھے یہ منشا معلوم ہوا کہ کم از کم ایک لاکھ پاؤنڈ فوری طور پر ان ملکوں میں غلبۂ اسلام

کے لئے خرچ کرو۔ ویسے تو جب اللہ تعالیٰ کا منشاء ہوتا ہے تو وہ چیز مل جاتی ہے بعض دفعہ منہ سے کوئی فقرہ نکل جائے تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے عاجز اور حقیر بندے کی عزت رکھنے کے لئے اس کی بات پوری کر دیتا ہے لیکن پھر بھی خطرہ تو رہتا ہے کہ کوئی حصّہ جماعت کا کمزوری نہ دکھا جائے مگر میں بڑا خوش ہوا۔ انگلستان میں ہماری چھوٹی سی جماعت ہے۔ بچوں سمیت ان کی تعداد شاید پانچ دس ہزار ہی ہوگی۔ پہلے جمعہ کے دن اور پھر اتوار کو میں مجموعی طور پر قریباً پونے دو گھنٹے یا دو گھنٹے ان کے پاس بیٹھا ہوں۔ اس دوران ۲۸۔۳۰ ہزار پاؤنڈ کے وعدے اور ۴۔۵ ہزار پاؤنڈ نقد رقم جمع ہوگئی جس کو وہیں میں نے ’’نصرت جہاں ریز روفنڈ‘‘ کا نام دے کر عام جو ہماری مد ہے اس سے علیحدہ مد کھلوا کر جمع کروا دیا اور جو بات میرے منہ سے نکلی تھی وہ یہ تھی کہ قبل اسکے کہ میں انگلستان چھوڑوں دس ہزار سے زائد رقم اس میں جمع ہونی چاہئے ہمارے وہاں کے جو عہدیدار ہیں امام رفیق سمیت ان کو یہ یقین تھا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا اور اسی لئے انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے دس بارہ دن کے بعد آپ جا رہے ہیں۔ یہ رقم بڑی ہے جو دوست آپ کے سامنے آ کر بیٹھے اور جنہوں نے آپ کی باتیں سنی ہیں وہ تو انگلستان کی جماعت کا مشکل سے پانچواں یا چھٹا حصہ ہوں گے بڑی چھوٹی جماعت ہے آپ مجھے ایک ماہ کی مہلت دیں۔ میں انگلستان کی ساری جماعتوں کا دورہ کروں گا اور پھر امید ہے ایک مہینے میں یہ دس ہزار پاؤنڈ جمع ہو جائیں گے میں نے مسکرا کر انہیں کہا کہ میں آپ کو ایک دن کی مہلت بھی نہیں دوں گا اور جب میں یہاں سے جاؤں گا تو انشاء اللہ دس ہزار پاؤنڈ سے زیادہ کی رقم اس مد میں جمع ہو چکی ہوگی آپ فکر نہ کریں میں نے ان سے یہی کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے منہ سے یہ نکلوایا ہے تو وہ آپ ہی اس کا انتظام بھی کرے گا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چھوٹا سا فقرہ نظم میں کہا ہوا ہے کہ

؎ گھر سے تو کچھ نہ لائے

(درثمین صفحہ ۳۶)

اللہ تعالیٰ کا کام ہے اسی نے توجہ اس طرف پھیری ہے اس کا منشاء مجھے معلوم ہوا ہے اس لئے اس کا انتظام تو ہو جائے گا جب میں نے انگلستان کی جماعت کو یہ تحریک کی جس کا ردّ عمل

بڑا اچھا ہوا تو میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ مجھے یہ فکر نہیں کہ میں تم سے جو مطالبہ کر رہا ہوں وہ پورا ہوگا یا نہیں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ پورا ہو جائے گا میں نے آدمی بھی بھجنے ہیں ڈاکٹر بھی اور سکول ٹیچرز بھی۔ مجھے یہ فکر نہیں کہ یہ آدمی کہاں سے آئیں گے کیونکہ خدا کہتا ہے کہ وہاں آدمی بھیج، میں نے تو انسان کو پیدا نہیں کیا، اسی نے انسان پیدا کئے ہیں، وہ آپ ہی اس کا بھی انتظام کریگا لیکن جس چیز کی مجھے فکر ہے اور تمہیں بھی فکر کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ محض قربانی دے دینا کافی نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول نہ کر لے سعی مشکور ہونی چاہئے خالی قربانی پیش کر دینا تو کسی کام کا نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بڑی تفصیل سے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ سینکڑوں آدمیوں کی قربانی (جو وہ دے چکتے ہیں) پر جب ثواب دینے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قربانی کو اٹھا کر ان کے منہ پر مارتا ہے کہ تمہارے اندر فلاں کمزوری تھی، ریاء تھا تکبر تھا، توحید پر پورے طور پر قائم نہیں تھے۔ میں نے تمہارے مال کو کیا کرنا ہے۔ کوئی چیز تمہاری قبول نہیں۔

پس میں نے وہاں اپنے دوستوں سے کہا تم اس کی فکر کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری قربانیوں کو قبول کرے۔ میں دعا کروں گا اپنے لئے بھی اور تمہارے لئے بھی تم بھی دعائیں کرو پھر مجھے اور فکر پڑ گئی گو ایک لحاظ سے تسلی بھی تھی بہر حال امام جماعت کو فکر تو رہتی ہے کہ جماعت کے کسی حصے میں بھی کمزوری نہ واقع ہو جائے۔ اب میں پاکستان میں آیا ہوں اور یہاں میں یہ تحریک کرنا چاہتا ہوں ایسا نہ ہو کہ پاکستان کے کسی حصے میں کوئی کمزوری نظر آئے چنانچہ آپ کے پاس اخبار الفضل پہنچا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا ہے کہ سترہ دن میں سترہ لاکھ کے وعدے اور دو لاکھ سے اوپر نقد جمع ہو گیا ہے۔ ان وعدہ جات میں سے پنجابی میں جسے پنج دونجی کہتے ہیں یعنی ۲/۵ کی فوری ادائیگی کرنی ہے اور فوری سے میری مراد نومبر تک ہے جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور مجھے یقین ہے ۲/۵ سے کہیں زیادہ نقد نومبر سے پہلے پہلے انشاء اللہ جمع ہو جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود جماعت کا یہ نہایت شاندار رویہ ہے یعنی جب آپ اس چیز کو غیر کے سامنے بیان کریں تو پہلے تو وہ اس کا اعتبار ہی نہیں کرے گا اور وہ کہہ دے گا کہ آپ یونہی گپ مار رہے ہیں اور جب اعتبار کرے گا تو حیران ہوگا اس کی سمجھ میں بھی نہیں آئے گا کہ یہ کیا ہو گیا

ہے کیا دنیا میں ایسا بھی ہوا کرتا ہے اسلام کے نام پر ایسا ہونے لگ گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعویٰ کیا تو مسلمانوں میں سے آپ کے ساتھ وہ لوگ شامل ہو رہے تھے جنہوں نے اس کی خاطر کبھی ایک دھیلہ بھی نہیں دیا تھا۔ پھر جب وہ احمدی ہو گئے انہوں نے شروع میں آنہ ماہوار دینا شروع کیا، کسی نے چار آنے ماہوار دینے شروع کئے۔ کہنے کو تو ایک آنہ یا چار آنے کوئی چیز نہیں لیکن اگر یہ دیکھا جائے کہ اس سے دلوں میں ایک عظیم انقلاب بپا ہو گیا کہ ساری عمر میں کبھی ایک آنہ نہیں دیا تھا لیکن اب ایک آنہ ماہوار دینا شروع کر دیا۔ ساری عمر میں کبھی چونّی نہیں دی تھی اور اب ہر مہینے چونّی دینی شروع کر دی۔ تو اس کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عظیم انقلاب کو نمایاں کرنے کے لئے اور ان کے لئے دعاؤں کے دروازے کھولنے کی خاطر اپنے ان صحابہ کا نام اپنی کتابوں میں لکھ دیا آپ کتابیں پڑھیں تو آپ کو پتہ لگے گا کسی نے آنہ دیا کسی نے چونّی دی اور کسی نے اٹھنّی دی اور کتابوں میں ان کا نام درج ہے قیامت تک جب احمدی اُن کتب کو پڑھیں گے تو ان کے لئے دعائیں کریں گے مگر پھر یہی لوگ تھے کہ جب ایک وقت آیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں بیٹھے اور انہوں نے آپ سے روحانی تربیت حاصل کی تو انہوں نے بعض دفعہ اپنی ساری جائیداد آپ کے قدموں پر لا کر ڈال دی کہ یہ لیں۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے تو آپ اسے قبول کریں یہاں ایبٹ آباد میں ایک دوست نے بتایا کہ ان کے حلقہ میں ایک صاحب ہیں انہوں نے ساری کتابیں پڑھ لی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہر بات مانتا ہوں پر میں نے بیعت نہیں کرنی کیونکہ اگر میں نے بیعت کر لی تو تم مجھ سے چندہ لینے لگ جاؤ گے۔ میں نے ان سے کہا کہ یا وہ یہ بات سچ کہتے ہیں کہ ان کے دل میں احمدیت کی صداقت گھر کر گئی ہے مگر وہ پیسے دینے سے گھبراتے ہیں اور یا وہ آپ سے مذاق کر رہے ہیں۔ دونوں میں سے ایک بات ضرور ہے میں آپ کو اجازت دیتا ہوں آپ ان سے کہیں کہ یہ بیعت فارم ہے اور اس کے اوپر دستخط کر دیں خواہ ایک پیسہ مہینہ مقرر کر دیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا اگر وہ مذاق کر رہے ہیں تو پتہ لگ جائے گا اور غلط فہمی دور ہو جائے گی اور اگر وہ مذاق نہیں کر رہے اور یہ کہنے میں سنجیدہ ہیں تو پھر وہ ایک پیسہ یا ایک آنہ لکھوا دیں گے وہ

اچھے پیسے کما رہے ہیں یعنی درمیانہ درجے کے۔ بہت زیادہ امیر تو نہیں بہر حال درمیانہ درجے کے ہیں ہمارے جو یہاں سیکریٹریٹ میں بڑے کلرک وغیرہ ہیں اتنی تنخواہ وہ لے رہے ہیں۔ میں نے کہا آج پیسہ یا آنہ مہینہ دینگے تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ جب وہ احمدیت میں روحانی طور پر تربیت پالیں گے اور احمدیت کے رنگ میں رنگے جائیں گے تو پھر کسی وقت ایسا وقت ان پر بھی آ سکتا ہے جیسا کہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آیا تھا کہ وہ آ کر کہیں یہ لیں سارا مال اسے خدا کی راہ میں خرچ کر دیں۔ اب دیکھیں کیا ہوتا ہے آپ یہ دعا کریں کہ بجائے اس کے کہ وہ پیچھے ہٹیں وہ پیسہ لکھوا کر بیعت فارم پر دستخط کر دیں۔

پس ہمیں یہاں پاکستان میں ویسے جائزہ لیتے رہنا چاہئے یہ امیر جماعت کا فرض ہے کہ وہ دیکھے ہماری جماعت کی کوئی پاکٹ کمزوری دکھانے والی تو نہیں۔ ویسے تو بحیثیت مجموعی سترہ دن میں سترہ لاکھ کے وعدے اور دو لاکھ کے اوپر نقد رقم کا جمع ہو جانا تسلی بخش ہے جب کہ یہ آواز ابھی تک دیہاتی جماعتوں تک پوری طرح نہیں پہنچی جن میں احمدیت کی اکثریت ہے اور ان کے لئے ابھی موقعہ بھی نہیں کیونکہ وہ گندم تو بیچ باچ کر ختم کر چکے ہیں اور خریف کی فصلوں کا وقت ابھی آیا نہیں۔ فوری ادائیگی کے لئے نومبر تک کی حد مقرر کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعض دوستوں نے کہا کہ زمینداروں کو اسوقت ادا کرنے میں سہولت رہے گی۔ بہر حال دل تو یہ کرتا ہے کہ آپ خلافت احمدیہ کو اسطرح منائیں کہ جو ۶۲ سال احمدیت کی خلافت پر گزرے ہیں ۶۲ لاکھ روپے جمع ہو جائیں خدا کرے کہ ایسا ہی ہو جائے۔

جس طرح یہاں کی رپورٹیں بڑی خوشکن ہیں اسی طرح وہاں کی رپورٹیں بھی بڑی خوشکن ہیں میں نے بتایا ہے کہ سکوتو کے گورنر نے حکم دے کر ۴۰۔۴۰ ایکڑ زمین ہمارے سکولوں کے لئے دی ہے اسکے علاوہ ہسپتال کھولنے کے لئے (جس کو وہاں ہیلتھ سنٹر کہتے ہیں) بھی لوگ تعاون کر رہے ہیں غانا کے ایک پیراماؤنٹ چیف نے زمین کا ایک بہت بڑا قطعہ دیا ہے جس میں ایک کافی بڑی عمارت بھی بنی ہوئی ہے جو ہسپتال کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ یہ لے لو اور یہاں ڈاکٹر بھیجو۔ اسی طرح اس دورہ کے بعد پڑھے لکھے لوگوں کو احمدیت میں بڑی توجہ ہوگئی ہے۔ نائیجیریا میں آبادان جو کہ بہت بڑا مسلم ٹاؤن ہے اسکی آبادی دس یا بارہ

لاکھ ہے اور ۹۵ فیصد سے زیادہ مسلمان ہیں اس کے قریب اس عرصہ میں ۱۳ نئی جماعتیں قائم ہوگئی ہیں انہوں نے آبادان میں ہماری جماعت کے صدر کو جو افریقن ہیں خود بلایا کہ اس علاقے کے مختلف قصبوں کے لوگ فلاں وقت اکٹھے ہوں گے وہ آپ سے تبادلہ خیالات کرنا چاہتے ہیں چنانچہ وہاں دو تین گھنٹے کے تبادلہ خیالات کے بعد ان تیرہ قصبوں کے ۴۰ سے زیادہ آدمیوں نے بیعت کر لی۔ وہاں احمدیت کی طرف بڑا رجحان پیدا ہوگیا ہے اور بھی کئی جگہ سے رپورٹیں آئی ہیں مثلاً سیرالیون میں بھی پانچ نئی جماعتیں قائم ہوگئی ہیں یہ بھی رپورٹ آئی ہے کہ نارتھ کے علاقے میں بہت توجہ پیدا ہوگئی ہے۔

امید ہے وہاں بھی بہت سی نئی جماعتیں قائم ہو جائیں گی۔ وہاں وہی کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہاں شروع میں کیا تھا۔ اب تو ہم اسلام آباد میں بھی ماشاء اللہ بہت سے احمدی بیٹھے ہیں بدؔر کے وقت مسلمانوں کی جو تعداد تھی کام کرنے والوں کی اس سے زیادہ ماشاء اللہ صرف اسلام آباد کی تعداد ہے لیکن شروع میں پہلے ابتداء اس طرح کی اور یہ اللہ تعالیٰ کی سنت معلوم ہوتی ہے کہ کہیں ایک گھر احمدی ہوگیا کہیں دو گھر احمدی ہوگئے۔ پھر انہوں نے ماریں کھائیں، انہیں جوتیاں پڑیں، گالیاں دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی آگ میں سے گزارا اور ہر آگ جو ان کے لیے جلائی جاتی تھی۔ ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی یہ پیاری آواز آتی تھی کہ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ غرض حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین روحانی فرزند کے غلاموں کو سینکڑوں بلکہ لاکھوں دفعہ آگ میں سے گزرنا پڑا اور وہ آگ ان کے لئے پھول بن گئی۔ ان کے جلانے کا باعث نہیں بنی۔

وہاں مجھے ایک دن خیال آیا میں نے سیرالیون کا نقشہ سامنے رکھا اور وہاں ہمارے جو دو تین مبلّغ ہیں ان سے میں نے کہا کہ جہاں جہاں احمدی ہیں وہ جگہیں مجھے بتاؤ تا کہ میں نقشے پر نشان کروں چنانچہ انہوں نے سر جوڑا۔ کوئی آدھے پونے گھنٹے کے بعد انہوں نے مجھے مختلف جگہوں کے نام بتائے۔ میں نے ان پر نشان لگا دیئے اور اس کے گھنٹے دو گھنٹے بعد جماعت سے ملاقات تھی۔ میں ان سے پوچھتا تھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اگر چہ سارے نام تو

حافظے میں یاد نہیں رہ سکتے تھے پھر نام بھی غیر ملکی تھے لیکن میں نے اندازہ لگایا کہ یہ بیسیوں ایسی جماعتوں کے نام بتا رہے ہیں جو مبلّغوں نے مجھے نقشے پر نہیں بتائے تھے اور پھر یہ جماعتیں یوں بکھری ہوئی ہیں جس طرح ۲۰ ہزار فٹ کی بلندی سے گندم کے دانے ہوائی جہاز سے پھینکے جائیں تو وہ مختلف جگہوں میں بکھر جاتے ہیں۔ اسی طرح وہاں ہماری جماعت بھی بکھری ہوئی ہے بالکل بارڈر تک یوں ہر جگہ ایک چکر لگا ہوا ہے جماعتوں کا کہیں کم ہیں اور کہیں زیادہ ہیں لیکن ہر جگہ پہنچے ہوئے ہیں۔ اب غانا میں وا کی ہماری بڑی مخلص پگڑیاں پہننے والی جماعت ہے۔ وہ جماعت احمدیہ کی وجہ سے پگڑیاں نہیں پہنتے بلکہ اس علاقہ میں پہلے سے پگڑیاں پہننے کا رواج ہے۔ بلکہ ہماری طرح وہ طُرّہ دار پگڑیاں پہنتے ہیں۔ وہاں ہمارا عربی کا ایک ٹریننگ سکول بھی ہے اور اس جماعت نے سکول کیلئے زمین کا ایک بہت بڑا قطعہ بھی دیا ہے۔ میں نے ان کو لکھا ہے کہ میں کلینک بھی بنواؤں گا اس کے لئے مجھے رپورٹ کرو۔

اب یہ حالات ہیں۔ بعض دفعہ میں اس وجہ سے پریشان ہو جاتا ہوں یہ پریشانی میرے لئے ہے اسکے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کے وہاں بھی فضل دیکھے یہاں بھی فضل دیکھے۔ آپ کے دلوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے یوں اپنے قبضہ میں لیا اور اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے سامان پیدا کر دیئے۔ پریشانی اس طرح ہوتی ہے کہ ہماری بات، ہمارے حالات وہاں پہنچنے میں بعض دفعہ مہینہ لگ جاتا ہے اور وہاں بہت ساری جگہوں میں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ مثلاً پاکستان اور انگلستان میں کیا ہو رہا ہے وہ مجھے ڈر ڈر کر لکھتے ہیں کہ یہاں فلاں جگہ بھی ہسپتال کھل سکتا ہے۔ فلاں جگہ بھی سکول کھل سکتا ہے آدمیوں کا انتظام اور یہ اور وہ۔ انہیں یہ خیال ہے کہ شاید پیسے نہ ہوں انتظام نہ ہو سکے۔ شاید آدمی میسر نہ آئیں۔ میں انہیں خط لکھ رہا ہوں پتہ نہیں کتنے دنوں کے بعد انہیں پہنچتا ہے؟ (ہمارے اپنے بعض خطوط ۲۰، ۲۵ دن تک بھی وہاں نہیں پہنچے تھے بعد میں چکر لگا کر ہمارے پاس یہاں پہنچے ہیں۔ ان کو میں نے لکھ بھیجا ہے کہ میرے پاس سب کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روپیہ بھی دیدیا ہے آدمی بھی دے دیئے ہیں تم دوڑنے کی کوشش کرو، اب چلنا ہمارے لئے کافی نہیں اب دوڑنے کا وقت آ گیا ہے پس میں یہ چاہتا ہوں اور آپ سے بھی یہ توقع رکھتا ہوں کہ آپ بھی میری اس دعا میں اپنی دعاؤں کو

شامل کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ سامان پیدا کر دے کہ سال ڈیڑھ سال کے اندر کم ازکم ۳۰ میڈیکل کلینک وہاں ان ملکوں میں کھول دیئے جائیں اسلئے کہ میڈیکل سنٹر یا ہیلتھ سنٹر جو ہے وہ ہمارے کام کرنے کی دراصل بنیاد بنتا ہے ہر ایک کلینک اوسطاً اڑہائی ہزار پاؤنڈ سالانہ کما رہا ہے یعنی سارے اخراجات کے بعد اتنی سیونگ ہو رہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس ملک میں ہمارے چار سنٹر ہیں وہاں دس ہزار پاؤنڈ کی سیونگ ہوتی ہے۔ پھر ہمیں یہ فکر نہیں رہتی کہ دنیا کے حالات بدل رہے ہیں بہت سارے ملکوں میں آزادی تھی کہ اس ملک کی کرنسی جہاں اور جتنی مرضی ہو باہر بھیج دو مگر اب وہ پابندیاں لگا رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ ایک اور عالمگیر جنگ جو اس وقت Horizon (ہوریزن) پر نظر آ رہی ہے اس کی وجہ سے کوئی ایسا وقت آ جائے کہ ہم باہر سے ایک پیسہ بھی وہاں بھجوا نہ سکیں اس لئے ان ملکوں میں ہماری آمد کے ذرائع پیدا ہونے چاہئیں اور یہ تو ''ہم خرما وہم ثواب'' والی بات ہے۔ ہم ان کی خدمت بھی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں پیسے بھی دیتا ہے اور ان کو بھی پتہ ہے اور ہمیں بھی پتہ ہے کہ ہم نے یہ پیسے باہر لے کر نہیں جانے ان کے ملکوں ہی میں خرچ کر دیں گے۔ پس وہاں کے مبلّغوں کی تنخواہیں ہیں اور وہاں کے سکولوں کے ابتدائی اخراجات ہیں کیونکہ وہاں کے سکول پہلے دو سال میں خرچ مانگتے ہیں پھر وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہاں ایک چیز رہ گئی ہے اور وہ بھی بڑی ضروری ہے اور بڑی عجیب ہے میں نے ان کے معاشرہ کی جو خصوصیات دیکھیں ان میں میں نے یہ بھی دیکھا اور میں یہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا کہ ان ملکوں کی حکومتوں کو اپنے سکولوں کو بہتر سے بہتر بنانے کی طرف بے انتہا توجہ ہے میں بغیر کسی مبالغہ کے کہہ سکتا ہوں کہ جتنی توجہ وہ اپنے سکولوں کی طرف دیتے ہیں اس کا سواں حصہ بھی ہمارے ملک میں سکولوں کی طرف نہیں دیا جا رہا۔ وہاں ہمارے اپنے سکول ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ۹۹ فیصد پاکستان کے گورنمنٹ کالجز کی لیبارٹریز اتنی اچھی Equipped (سامان سے آراستہ) نہیں جتنی اچھی وہاں ہمارے ہائر سیکنڈری سکولز کی لیبارٹیریز ہیں۔ سارا خرچ حکومت دیتی ہے اور پھر ہمیں اپنی پالیسی چلانے کی بھی اجازت ہے۔ سکولوں کے سٹاف کی ساری تنخواہیں حکومت دے رہی ہے مثلاً سیرالیون میں ہمارے چار سکول ہیں (اور جگہوں پر بھی

ہیں) ان چاروں سکولوں کے سارے سٹاف کی تنخواہیں حکومت دیتی ہے اور اب وہ بعض دفعہ عیسائی ٹیچر بھی مقرر کر دیتے ہیں لیکن تربیت کے لحاظ سے، دینیات پڑھانے کے لحاظ سے ہماری پالیسی چل رہی ہے مثلاً فری ٹاؤن کے سکول کے اساتذہ میں میرے خیال میں پانچ چھ غیر احمدی ہیں یہ میں نے پتہ نہیں لیا ان میں کوئی عیسائی بھی ہے یا نہیں البتہ کماسی میں تین چار عیسائی بھی ہیں لیکن اس کے باوجود ہمارے فری ٹاؤن کے سکول کی آخری کلاس جو ۲۷ لڑکوں پر مشتمل تھی جب امتحان پاس کر کے نکلی تو ساروں کے ساروں نے بلا استثنا بیعت فارم پر دستخط کئے اور اپنے سرٹیفکیٹ لے کر گھروں کو چلے گئے پس پیسے وہ خرچ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کام ہمارے کئے جا رہا ہے لیکن یہ تو علیحدہ معاملہ ہے اس پر شاید یہاں سمجھ آنے میں کچھ دیر لگے اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا کرے لیکن یہ کہ سکول اچھا ہو سٹاف اچھا ہو اس طرف ان کو توجہ ہے اس وجہ سے ایک وزیر ہمارے پرنسپل کو کہنے لگے کہ لوگ ہماری بوٹیاں نوچ رہے ہیں کہ اس سکول کو کہو کہ زیادہ لڑکوں کو داخل کرے کیونکہ وہ اپنے لڑکوں کو کسی اور سکول کی بجائے وہاں داخل کروانا چاہتے ہیں ہوا یہ تھا کہ حکومت نے یہ قانون بنایا کہ کسی ہائی سکول میں جو کہ پانچ سالہ کورس کا ہے یعنی ہائر سیکنڈری سکول میں ۳۵۰ یا ۳۶۰ سے زیادہ لڑکے داخل نہیں کئے جائیں گے چنانچہ اس کا اعلان کر دیا گیا لوگوں نے شور مچا دیا کہ حکومت کا یہ قانون احمدیہ سکولوں پر لاگو نہ کیا جائے چنانچہ حکومت کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ ہمارا یہ قانون احمدیہ سکولوں پر نہیں لگے گا اور حد مقرر ہوئی ہے تقریباً ساڑھے تین سو کی اور فری ٹاؤن کے ہیڈ ماسٹر پر زور دے رہے ہیں کہ اس Admission (داخلہ) کے وقت جو غالباً یہاں کی طرح ستمبر اکتوبر میں ہوتی ہے ساڑھے چھ سو لڑکا داخل کرو ورنہ لوگ ہمیں تنگ کریں گے اور اس کے لئے انتظام کرو۔ سٹاف جتنا چاہئے وہ لو اور کمرے بنوانے کی ضرورت ہو تو کمرے بنواؤ۔ پیسے تو وہاں کی حکومت ہی دیتی ہے یا جو ہم Save (بچت) کرتے ہیں وہ وہاں لگا دیتے ہیں لیکن اس کا بہت بڑا بار جو ہے وہ حکومت خود اٹھا لیتی ہے یعنی ہمارا اپنا سکول ہے ہم وہاں تبلیغ کر رہے ہیں اور وہاں اسلام کے غلبہ کے لئے نوجوان نسل کو تیاری کروا رہے ہیں خرچ حکومت دے رہی ہے اور پھر ساتھ ممنون بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ہمارے ماڈل سکول ہیں ایک پیرا ماؤنٹ

چیف (یعنی علاقے کا رئیس آپ سمجھ لیں) کا بچہ پڑھتا نہیں ہوگا اسے کہا کہ اگر تم مڈل میں اچھے نمبر لے کر پاس ہو گئے تو تمہیں ہائر سیکنڈری سکول میں داخل کروا دونگا اسی سال کی بات ہے کہ اس نے امتحان دیا ہوا ہے پتہ نہیں نتیجہ نکلا ہے یا نہیں ایک دن وہ اپنے باپ سے کہنے لگا کہ ابا آپ کو یاد ہے آپ کا مجھ سے وعدہ ہے کہ اگر میں اچھے نمبر لے کر پاس ہو گیا تو آپ مجھے ہائر سیکنڈری سکول میں تعلیم دلوائیں گے انہوں نے کہا ہاں مجھے یاد ہے کہنے لگا کہ پھر یاد رکھیں میں احمدیہ میں داخل ہوں گا اور کسی سکول میں داخل نہیں ہوں گا وہاں ہمارے سکول احمدیہ سکول نہیں کہلاتے بلکہ عام محاورے کے لحاظ سے صرف ''احمدیہ'' کہلاتے ہیں۔ اس کا یہ کہنا کہ میں احمدیہ میں داخل ہوں گا کسی اور سکول میں داخل نہیں ہونگا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے سکولوں کی بڑی مقبولیت ہے اگلی نسل کے دلوں میں بھی اور بڑوں کے دلوں میں بھی میں نے بتایا ہے کہ وزراء سفارشیں لیکر جاتے ہیں اور یہ ان کے معاشرہ کے حسین ہونے کی دلیل ہے یعنی ایک وزیر اور سکول کے ایک پرنسپل میں کوئی فرق نہیں یہاں تو میرے خیال میں کسی وزیر صاحب کے پاس جانا آسان نہیں اب تو مارشل لاء ہے سول حکومت آئے گی تو دیکھیں گے وہ کیا کرتی ہے؟ پہلی سول حکومتیں تو یہی کیا کرتی تھیں کہ وہ سکول کے ہیڈ ماسٹر کو ملاقات کا وقت تو کیا بڑے اچھے کالجوں کے پرنسپل کو بھی ملنے کیلئے کئی دن دھکے کھانے پڑتے تھے۔ یہ ہماری تصویر ہے اور ان کی تصویر یہ ہے کہ وزیر سکول میں آرہا ہے اور سفارش لیکر آرہا ہے کہ لڑکے کو ضرور داخل کرنا ہے اور ایک دو نہیں بلکہ ایک ایک دن میں چھ چھ وزیر آرہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو کوئی جھجک نہیں۔ بڑے سادہ معاشرہ میں زندگی کے دن گزار رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں مبارک کرے اور بھی زیادہ سادگی پیدا کرے۔ وہاں کبھی بھی بڑے اور چھوٹے کا فرق پیدا نہ ہو۔ غرض ان ملکوں میں حکومت کو سکولوں کی طرف بڑی توجہ رہتی ہے میں نے گیمبیا میں ان کے معاشرہ کے لحاظ سے اپنے ایک دوست سے کہا کہ یہاں کے وزیر تعلیم جو وزیر صحت بھی ہیں انہیں میرے پاس لے کر آؤ، میں نے ان سے باتیں کرنی ہیں خیر وہ آ گئے میں ان سے کہوں کہ میں نے پہلے یہاں میڈیکل سنٹرز کھولنے ہیں کیونکہ میرے ذہن میں تو یہ تھا کہ یہاں مجھے آمد کا ذریعہ بنا دینا چاہئے لیکن وہ یہ کہیں کہ ہمارا ملک

تعلیم میں بہت پیچھے ہے آپ یہاں پہلے ہائی سکول کھولیں اور ہائی سکول کھولنے پر پہلے سال چار پانچ ہزار پاؤنڈ اپنے پاس سے خرچ کرنا پڑتا ہے، اس کے بعد حکومت مدد دینا شروع کر دیتی ہے میں نے انہیں کہا دیکھیں! آپ میرے ساتھ تعاون کریں اور جیسا کہ میں نے پروگرام بنایا ہے چار نئے میڈیکل سنٹرز یہاں کھلنے دیں اور اس سلسلہ میں ہمارے ساتھ پورا تعاون کریں اور میں آپ سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ نے ہمیں یہ سہولتیں دے دیں یعنی زمین اور ڈاکٹروں کے لئے انٹری پرمٹ تو ہم انشاء اللہ ہر سال ایک نیا ہائی سکول کھولتے چلے جائیں گے۔ گیمبیا تعلیم میں اتنا پیچھے ہے کہ جب میں وہاں گیا تو مجھے خیال آیا کہ میں ان سے کہوں کہ وہاں یونیورسٹی نہیں تم یونیورسٹی بناؤ نصف نصف بار ہم تقسیم کرلیں گے وزیر تعلیم ہنس پڑے کہنے لگے کہ ہمارے ملک کی ٹوٹل پاپولیشن میں سے دسویں جماعت کے طلباء کی تعداد صرف ایک ہزار ہے سارے ملک میں سے ایک ہزار لڑکا دسویں جماعت کے امتحان میں بیٹھتا ہے ہم یونیورسٹی کس برتے پر بنا سکتے ہیں اسلئے پہلے آپ ہائی سکول کھول دیں میں نے ان سے کہا کہ وہ تو انشاء اللہ کھل جائیں گے خدا کرے کہ ۸۔۱۰ سال کے بعد وہ ملک اس قابل ہو جائے کہ وہاں ایک یونیورسٹی اپنے پاؤں پر کھڑی ہوسکتی ہو اور ہمیں ۵۰ فیصد کا بوجھ حکومت کے کندھوں پر ڈالنے کی ضرورت پیش نہ آئے یہ بوجھ بھی ہم خود ہی برداشت کرلیں اور وہاں ایک یونیورسٹی کھول دیں اللہ تعالیٰ سے کوئی بعید نہیں آپ الحمدللہ بہت پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک حسین اور عظیم رنگ میں ایک چھوٹے سے منصوبہ کے لئے قربانی کرنے کی توفیق عطا کی ہے اور دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان قربانیوں کو قبول فرمائے اور پھر یہ بھی دعا کریں کہ جو خوبصورت اور حسین شکل مجموعی طور پر پاکستان میں بنی ہے ہر شہر اور ہر قصبے کی وہی خوبصورتی قائم رہے۔ ہمیں کسی جگہ بھی کوئی کمزوری نظر نہ آئے۔

بعض دفعہ راولپنڈی اور اسلام آباد مالی قربانی میں کمزوری دکھا جاتے ہیں میں نے بڑا غور کیا ہے اور بڑی دعائیں بھی کی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ مجھے اس کی وجہ سمجھ نہیں آئی بڑی مخلص جماعت ہے ہر طرح قربانیاں دیتی ہے کہیں کوئی خرابی ہے کہاں ہے؟ وہ میں Pin Point (پن پوائنٹ) نہیں کرسکا یعنی اس کے اوپر انگلی نہیں رکھ سکا خدا کرے وہ

کمزوری جہاں بھی ہے وہ دور ہو جائے ایک چیز تو یہ ہے ممکن ہے اسی کا اثر ہو کہ یہاں کے عہدیدار جماعت کو اپنے اعتماد میں نہیں لیتے یہ بڑی سخت غلطی ہے یہ ایک آدمی یا آدمیوں کا کام نہیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم انسان تو نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ پیدا ہو سکتا ہے انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے دل میں بشاشت پیدا کرنے کے لئے یہ حکم دیا ''شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران:۱۶۰) کہ مشورہ میں ان کو شریک کرو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی فراست اپنے مقام اور اس زندہ تعلق کی وجہ سے جو آپ کو ہر وقت اپنے رب کے ساتھ تھا کسی اور کے مشورہ کی آپ کو ضرورت نہیں تھی وہ علّام الغیوب اور ہادیٔ برحق ہر وقت آپ کو مشورہ اور ہدایت دیتا تھا۔ سارا قرآن کریم یہی ہے یہ ہمارا ہدایت نامہ ہے لیکن حکم یہی دیا شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران:۱۶۰) اور ایک اور بات میں آپ کو بتادوں مجھے اس کا بڑی شدت سے احساس ہے میں نے وہاں جب کمیٹی بنائی ''نصرت جہاں ریزروفنڈ'' کے اکاؤنٹ کو اوپریٹ کرنے کے لئے تو ان سے میں نے کہا کہ اس کمیٹی میں ایک نوجوان ضرور رکھوں گا۔ اگلی نسل کو یہ پتہ لگنا چاہئے کہ ہماری بھی ذمہ داری ہے اور ہماری بھی Contributions (کنٹری بیوشنز) ہیں صرف بڑوں کا یہ کام نہیں ہے نوجوان نسل ساتھ شامل ہونی چاہئے۔ چنانچہ اس سہ رکنی کمیٹی میں ایک نوجوان کو نامزد کر کے اس کا اعلان کر دیا تاہم یہ مستقل نہیں ہے ہر سال میں بدل دیا کروں گا تاکہ دوسرے نوجوان آگے آئیں پھر ان کی عزت افزائی ہوگی اور کام کرنے اور ثواب کمانے کا موقع ملے گا۔

پس جہاں جہاں بھی ہمارے نظام قائم ہیں ان کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے میں سمجھتا ہوں کہ نوجوانوں میں سے ۳۰ فیصدی کو اپنے مشوروں میں اور دوسرے جماعتی کاموں میں شامل کریں ورنہ اگلی نسل کو یہ پتہ ہی نہیں لگے گا کہ ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور انہیں کس طرح نباہنا ہے؟ اور ذمہ داریوں کو نباہ کر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکے انعامات کس رنگ میں اور کن شکلوں میں نازل ہوتے ہیں ہم نے نسلاً بعد نسلٍ خدا تعالیٰ کے فضلوں سے اپنے نوجوانوں کو متعارف کرواتے چلے جانا ہے انسان اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے تبھی متعارف ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ بڑا ہی پیار کرنے والا ہے۔ وہ جو خلوص نیت کے

ساتھ اس کی راہ میں اپنے نفس کو پیش کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو اس رنگ میں پاتے ہیں کہ انسانی دماغ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ بیسیوں چیزیں ہیں کہ جنہیں ان نعمتوں کو حاصل کرنے والا بیان نہیں کرسکتا یعنی اس کو اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ بیان کرے اس رنگ میں اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے ضرورت کے وقت بعض چیزوں کو بتانا بھی پڑتا ہے لیکن ایسی بے شمار چیزیں ہیں کہ جن کے بتانے کی نہ ضرورت ہے اور نہ اجازت ہے بہت ساروں کی اجازت نہیں ہوتی پس یہ جو ہماری نوجوان نسل ہے اس کو اپنے جماعتی کاموں میں شامل کرو تا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے حصول میں شامل ہوں ان کو پتہ لگے کہ قربانیاں ہیں کیا چیز؟ دنیا ہے کیا چیز؟ دنیا ہمیں ڈرا نہیں سکتی۔ کب اور کس نے یہ توفیق پائی کہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف جماعت احمدیہ کو ہلاک کر دے؟ کسی نے بھی یہ توفیق نہیں پائی اسّی سال سے دنیا اکٹھی ہو کر ہمیں مٹانے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں نے افریقہ والوں سے بھی یہ کہا اور وہ یہ سُن کر بڑے خوش ہوئے کہ اسّی ۸۰ سال سے ساری دنیا کی طاقتیں اکٹھی ہو کر اس ایک آواز کو خاموش کرنے کے پیچھے لگی ہوئی ہیں جو یکہ و تنہا تھی جب وہ آواز اُٹھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لیکن دنیا اسے خاموش نہیں کرسکی تمہاری آوازیں اسی آواز کی بازگشت ہیں جو میں سن رہا ہوں۔ اس لئے میں خوش ہوں پس ایسا کبھی نہیں ہوگا اور نہ ہوسکتا ہے کہ وہ آواز خاموش کرادی جائے لیکن جو فرداً فرداً اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوتے ہیں وہ ہماری Young Generation (ینگ جنریشن) یعنی نوجوانوں کو معلوم ہونے چاہئیں کہ اس میں کیا لذت اور کیا سرور اور کیا مزہ ہے! تا کہ وہ ساری دنیا سے بے پرواہ ہو کر اور بے خوف ہو کر قربانیوں اور ایثار کے میدان میں آگے آئیں اور وہ کام انجام پائے جو مشروط طور پر ہوتا ہے کہ تم قربانی دو گے تو انعام ملے گا ورنہ قرآن کہتا ہے کہ اللہ ایک اور قوم کو لائے گا جو ان نعمتوں کی وارث بنے گی۔ پس جو نعمتیں ایک عام اندازہ کے مطابق اس رنگ میں اور اس شان کے ساتھ آج سے ۲۰ سال بعد ہمیں ملنی ہیں وہ نوجوانوں کی جوانی کے جوش اور قربانی اور ایثار کے نتیجہ میں ۲۰ سال کی بجائے دس سال کے بعد مل جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ اور عقل اور ذمہ داری کا احساس دے اور دعا کی توفیق دے اور بے نفس اپنی جانوں کو اس کے حضور پیش کرنے کی طاقت دے اور جو چھوٹی سی قربانیاں

تھوڑی تھوڑی سی ہم پیش کر رہے ہیں ان کو وہ قبول کرے اور اپنی بشارتوں کے مطابق ان کے نتائج نکالے۔ ان قربانیوں کے نتائج ان قربانیوں کے حجم کے مطابق نہ ہوں بلکہ ان بشارتوں کے مطابق ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ خدائے قادر وتوانا سے ہم نے پائی ہیں خدا کرے کہ ایسا ہی ہو میری طبیعت پر یہ اثر ہے۔ لندن میں بھی میں نے کہا تھا اور یہ کہنے پر مجبور ہو گیا تھا، میں سوچتا ہوں تو میرے دل کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ ع

گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

(درثمین صفحہ ۱۳۰)

غلبۂ اسلام کے دن مجھے Horizon (افق) پر نظر آ رہے ہیں۔ یہ سورج انشاء اللہ طلوع ہو گا اور نصف النہار پر پہنچے گا اور بہت جلدی پہنچے گا لیکن اس سورج کی تپش کے ذریعہ سے گناہ کی خنکی سے بچنے کے سامان اللہ تعالیٰ پیدا کرے تبھی ہمیں فائدہ ہے اور جو توانائی اس مادی دنیا کو سورج کی شعاعیں دے رہی ہیں۔ روحانی سورج کی شعاعیں ہماری روحانی دنیا میں ہمیں ان فیوض کا اہل پائیں اور ہمیں وہ اتنی ملیں اتنی ملیں کہ ہم حقیقتاً اور واقعہ میں صحابہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو جائیں جیسا کہ ہمیں وعدہ دیا گیا ہے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:-

ایک تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مَیں (جمعہ اور عصر کی) نمازیں جمع کراؤں گا اور عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھاؤں گا جو باہر سے دوست آئے ہوئے ہوں وہ بھی قصر کریں مقامی دوست جس میں راولپنڈی اور اسلام آباد دونوں شامل ہیں۔ وہ اپنی چار رکعتیں پوری کریں۔ دوسرے یہ کہ خدا معلوم کس وجہ سے تین دن سے مجھے Low blood presure (لو بلڈ پریشر) کی پھر سے تکلیف ہو گئی ہے۔ ۱۰۸۔۱۱۰ تک خون کا دباؤ رہا ہے جس سے کافی تکلیف اور گھبراہٹ رہتی تھی۔ کل شام سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے افاقہ ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ صحت سے رکھے اور کام کرنے کی توفیق دے اسی کی توفیق سے کام کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بھی اور مجھ پر بھی اپنے فضل نازل فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱؍اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۲ تا ۱۱)